۱۰

جو چیز دین کے راستہ میں روک ہو اُسے دور کر دو

(فرمودہ ۲۹۔ مارچ ۱۹۲۹ء)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

انسان اپنی کوششوں اور سَعیوں میں مختلف حیثیتیں رکھتا ہے۔ کوئی آدمی تو دنیا میں ایسا ہوتا ہے کہ اس کی کوشش اور سعی ایک محدود دائرہ میں ہوتی ہے اور کوئی انسان ایسا ہوتا ہے کہ اس کی کوشش اور سعی اپنے مقصود کے مطابق ہوتی ہے۔ بعض لوگ خواہ کتنا ہی ضروری کام کیوں نہ ہو چلتے وقت اس امر کا لحاظ ضرور رکھیں گے کہ پتلون کی سلوٹ خراب نہ ہو یا ان کے کوٹ میں کوئی بدصورت شِکن نہ پڑ جائے۔ وہ تیز بھی چلیں گے لیکن اپنی وضع اور دستور کا پاس ہر وقت ان کی کوششوں کو محدود کرتا رہے گا۔ لیکن کچھ لوگ ایسے بھی ملیں گے جو خواہ وضع قطع کے نہایت پابند اور فیشن کے دلدادہ ہوں۔ لیکن جس وقت ان کے سامنے کوئی مقصد ہوگا اس کے حصول کے لئے وہ فیشن اور پابندیٔ وضع کو قربان کرنے کے لئے تیار ہوں گے۔ اگر مقصد کے حاصل کرنے کے لئے دوڑنا پڑے تو وہ دوڑنے لگ جائیں گے، اگر زمین پر بیٹھنے کا موقع آئے تو بیٹھ جائیں گے، اگر گرد وغبار میں چلنے کی ضرورت ہو تو بِلا تکلّف چل پڑیں گے۔ اصل چیز جو اِن کے سامنے ہوتی ہے وہ ان کا مقصود اور مدعا ہوتا ہے اور اس کے لئے وہ درمیانی چیزوں کو قربان کرنے کے لئے ہر وقت تیار اور آمادہ رہتے ہیں۔ تاریخ انگلستان کا ایک واقعہ ہے جس سے اس مضمون کی حقیقت پر بہت کچھ روشنی پڑ سکتی ہے۔ ملکہ الزبتھ انگلستان کی ایک نہایت مشہور ملکہ گزری ہے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ انگلستان کی موجودہ عظمت اور طاقت کی بنیاد اس کے زمانہ میں ہی پڑی ہے۔ یہ

خدا تعالیٰ کی عجیب قدرت ہے کہ انگلستان کی طاقت کی ابتداء بھی ایک عورت سے ہوئی اور انتہاء بھی عورت پر ہوئی۔ یہ طاقت اور عظمت ملکہ الزبتھ کے زمانہ سے شروع ہوئی اور ملکہ وکٹوریہ کے زمانہ میں خدا تعالیٰ نے خبر دیدی۔

سلطنت برطانیہ تا ہشت سال

بعد ازاں ایامِ ضعف و اختلال[1]

اور یہ آٹھ سال جا کر ملکہ وکٹوریہ کی وفات پر پورے ہو گئے۔ ملکہ الزبتھ ایک دفعہ کسی کام کے لئے اپنے محل سے باہر نکلی اس کا قاعدہ تھا کہ اپنے ساتھ ہمیشہ بہت سے خوش وضع نوجوان رکھا کرتی تھی وہ اپنے دربار میں زرق برق اور بھڑکیلے لباس والے خوش وضع نوجوانوں کو دیکھنا پسند کرتی تھی اور جس کا لباس اعلیٰ اور قیمتی نہ ہو اُسے اپنے دربار میں نہیں آنے دیتی تھی اس لئے ہمیشہ اس کے اردگرد خوش وضع نوجوانوں کا ایک جمگھٹا لگا رہتا تھا۔ راستہ میں جاتے ہوئے ایک جگہ کچھ کیچڑ آ گیا اگرچہ وہ بہت تھوڑی سی جگہ تھی جہاں کیچڑ تھا لیکن امیر البحر ریلے[2] جو ایک مشہور امیر البحر گذرا ہے اور جو اُن خوش پوش نوجوانوں میں سے ایک تھا اس نے اپنا درباری کوٹ جو نہایت بیش قیمت تھا فوراً اُتارا اور اس کیچڑ کی جگہ پر ڈال دیا وہ کوٹ چونکہ بیش قیمت تھا اور چونکہ ملکہ کو یہ بات بالکل اچنبھا معلوم ہوئی اس لئے اس نے حیران ہو کر پوچھا۔ ریلے یہ کیا؟ ریلے نے جواب دیا ریلے کے کوٹ کا خراب ہونا اس سے بہتر ہے کہ ملکہ کا پیر خراب ہو۔ ملکہ کو یہ بات بہت پسند آئی اور اُس نے ریلے کو بہت عروج پر پہنچا دیا اگرچہ انجام کار اسی کے ہاتھ سے وہ تباہ بھی ہو گیا۔ یہ مثال ہے جس سے سبق حاصل ہوتا ہے۔ ریلے تھا تو وضع کا پابند لیکن جب ایک ت اس کے سامنے پیش آئی تو اس نے اپنے فیشن اور پابندیٔ وضع کو اس پر قربان کر دیا۔ پس اگر شخص ایک ملکہ کی خوشنودی کے لئے وضع قطع کو چھوڑ سکتا ہے فیشن' کی دلدادگی کو قربان کر سکتا ہے تو سوچنا چاہئے کہ دین کی ترقی کے لئے' اسلام کی اشاعت کے لئے' مذہب کے ثبات کے لئے اور اپنے پیدا کرنے والے کی رضا کے لئے کیا کچھ نہیں کیا جا سکتا؟ کیا ایک مسلمان کو یہ مقصد اتنا بھی پیارا نہیں ہونا چاہئے جتنا ریلے کو الزبتھ کی خوشنودی تھی۔

یاد رکھو مقاصد کا اعلیٰ اور عمدہ ہونا کافی نہیں ہوتا جب تک قربانی اور فدائیت بھی اس کے مطابق نہ کی جائے۔ دنیا کی کوئی چیز جسے خدا نے حرام نہیں کیا ناجائز نہیں۔ اعلیٰ لباس پہننا' اعلیٰ قسم

کے کھانے کھانا' سجے ہوئے اور عمدہ مکانوں میں رہنا' ان میں سے کوئی چیز بھی ناجائز نہیں لیکن ان چیزوں کا اسلام کی ترقی کے راستہ میں روک ہو جانا ناجائز ہے۔ شریعت یہ نہیں کہتی کہ بدصورت عورت تلاش کر کے اس سے شادی کرو لیکن یہ ضرور کہتی ہے کہ عورت تمہاری عبادت کے راستہ میں روک نہ ہو جائے۔ اسی لئے جہاں شریعت نے عورتوں کا ذکر کیا ہے وہیں نماز کا ذکر کر دیا ہے اور فرمایا ہے ایسا نہ ہو تم نماز سے غافل ہو جاؤ۔ اسی طرح لباس ہے یہ ہرگز منع نہیں کہ عمدہ لباس پہنو لیکن اس سے ضرور روکا ہے کہ اوقات کو اس طرح خرچ کیا جائے کہ دینی کام سے انسان غافل ہو جائے۔ اسی طرح اعلیٰ کھانا کھانے سے نہیں روکا لیکن انہیں دین کے رستہ میں حائل ہونے دینا ناجائز بتایا ہے۔

پس ہمیں اپنے تمام کاموں میں اس بات کو ہمیشہ ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ جو چیز دین کے رستہ میں روک ہو اُسے دور کر دیا جائے۔ مسلمانوں میں یہ احساس نہیں۔ ابھی اپنی جماعت کے متعلق تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا کیونکہ وہ نئی ہے اور اسے ایسے مواقع نہیں ملے کہ اس قسم کی قربانی کا ثبوت پیش کر سکے لیکن عام مسلمانوں میں یہ مرض بہت ہے۔ بڑے بڑے آدمی نمازوں میں بہت سُست ہوتے ہیں۔ نواب اور رؤسا کے لئے باجماعت نماز تو شاید ایسی ہو جیسے ایک عام مسلمان کے لئے سؤر کھانا۔ بلکہ یہاں تک کہ شعائرِ اسلام کی بھی انہیں پرواہ نہیں۔ وہ اسلام کے لئے معمولی قربانی بھی نہیں کر سکتے۔ ہمارے ایک احمدی دوست کو بطور ڈیپوٹیشن کے ایک مسلمان نواب کے دربار میں جانا پڑا۔ انہوں نے وہاں جا کر اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہا۔ نواب صاحب بہت بگڑے اور کہا یہ اتنا بدتہذیب انسان ہے کہ اتنا بھی نہیں جانتا کہ شرفاء کی مجلس میں سلام کس طرح کہنا چاہیئے جب وہ بہت ناراض ہوئے تو انہوں نے آخر جواب دیا کہ میں نے تو صرف وہی بات کہی ہے جو آپ کے دربار سے ایک بہت بڑے دربار یعنی محمد رسول اللہ ﷺ کے دربار میں کہی جاتی تھی۔ تو مسلمان رؤسا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کے بھی روادار نہیں اور اسے خلاف تہذیب سمجھتے ہیں۔ جب تک جُھک کر آداب عرض نہ کہا جائے یا اور دوسرے سلام جن کا اسلام سے تعلق نہیں نہ کئے جائیں ان کے نزدیک تہذیب اور شائستگی قائم نہیں رہ سکتی۔ لیکن وہ نہیں جانتے کہ مؤمن کی تہذیب اور شائستگی اس کا مذہب ہے جو اس کے خلاف ہے اس کی اسے پرواہ نہیں۔ کون سمجھ سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ سے بڑھ کر بھی تہذیب و شائستگی کے قواعد کوئی بیان کر سکتا ہے۔ تہذیب وہی ہے جو

خدا تعالیٰ کی نظروں میں تہذیب ہے جو اس کی نظر میں نہیں وہ کوئی تہذیب نہیں۔ باقی سب رسم و رواج ہیں۔ کوئی قوم کسی رواج پر قائم ہے اور کوئی کسی پر۔ ہم دیکھتے ہیں مختلف قوموں میں آداب مختلف ہوتے ہیں بعض سجدہ کرتے ہیں بعض جُھک کر گھٹنوں کو ہاتھ لگاتے ہیں چنانچہ سلام کی بجائے دوسرے کے گھٹنوں پر ہاتھ لگانا اب بھی مسلمان زمینداروں میں پایا جاتا ہے۔ مصر والے جُھک کر اپنے گھٹنوں کو ہاتھ لگاتے تھے یعنی جو شریعت نے رکوع کی صورت میں خدا تعالیٰ کے لئے مقرر کیا ہے۔

پس مسلمانوں کو ہمیشہ اصل مقصد پیش نظر رکھنا چاہئے یعنی یہ کہ دین کی اشاعت اور اسلام کا قیام ہو۔ باقی اسلام نہ اچھے کپڑے پہننے سے روکتا ہے نہ اچھے کھانوں سے منع کرتا ہے، نہ عمدہ مکانوں میں رہائش سے روکتا ہے صرف یہ کہتا ہے کہ یہ چیزیں اشاعتِ دین کے رستہ میں روک نہ ہوں اور اس صورت میں ادنیٰ سے ادنیٰ چیز کو بھی ناپسند کرتا ہے۔ ایک صحابی کے متعلق لکھا ہے کہ جنگِ اُحد میں جب یہ مشہور ہوا کہ رسول کریم ﷺ شہید ہو گئے تو وہ کئی دن سے فاقہ سے تھے اتفاقاً کچھ کھجوریں انہیں مل گئیں جو وہ کھا رہے تھے کہ اتنے میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ رسول کریم ﷺ شہید ہو گئے انہوں نے جونہی یہ خبر سنی کہا یہ بھی کوئی اچھی بات ہے کہ رسول کریم ﷺ شہید ہو گئے اور میں کھجوریں کھاؤں۔ چنانچہ انہوں نے فوراً کھجوریں پھینک دیں اور جنگ میں جا کر شہید ہو گئے[۳] اُس وقت وہ صحابی کھجوریں کھانے کے لئے کھا رہے تھے میوہ کے طور پر نہیں۔ اور روٹی کے طور پر کھجوریں کھانا بہت مشکل ہے کسی کو دس دن روٹی کی جگہ کھجوریں کھانے کے لئے دے کر دیکھو اس کی کیا حالت ہوتی ہے لیکن جب ایسی حالت میں کھجوریں کھانا بھی انہوں نے دین کے کام میں روک ہوتے دیکھا تو اسے بھی گناہ سمجھ کر چھوڑ دیا۔ تو وہ کام جو دین کے رستہ میں روک ہو وہ خواہ کتنا اعلیٰ اور عمدہ کیوں نہ ہو بُرا ہے اور جو دین کے رستہ میں روک نہیں اس میں خواہ کتنا بھی آرام و آسائش کیوں نہ ہو وہ بُرا نہیں۔ پس جو اصل چیز ہے وہ یہی ہے کہ کوئی بھی چیز دین کے رستہ میں روک نہ بنے۔

ابھی مؤذّن نے اذان دی اور اسی سے میرے دل میں یہ تحریک ہوئی ہے۔ اس نے کیسے عمدہ طور پر رسول کریم ﷺ کا پیغام پہنچایا کہ دوڑ کر نماز کی طرف آؤ۔ اب دوڑنا عام طور پر وقار کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔ جو باوضع لوگ ہیں وہ نہایت آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہیں اب آہستہ

چلنا شریعت ناپسند تو نہیں کرتی لیکن جب دین اور عبادت کا معاملہ ہو اس وقت کوتاہی سے بھی منع کرتی ہے۔ دین کے معاملہ میں جلدی کرنے کا حکم دیا اور پھر نتیجہ بھی بتا دیا کہ اگر نماز کی طرف جلدی آؤ گے تو فلاح بھی جلدی پاؤ گے اور کامیابی بھی جلدی حاصل کرو گے۔

رسول کریم ﷺ ایک دفعہ خطبہ بیان فرما رہے تھے کہ تین شخص آئے ایک نے دیکھا کہ جگہ تو نہیں لیکن رسول کریم ﷺ کے قُرب کی محبت سے مجبور ہو کر وہ کودتا پھاندتا آگے آ بیٹھا۔ دوسرے شخص نے حیا کی اور جہاں اسے جگہ ملی وہیں بیٹھ گیا۔ تیسرے نے دل میں کہا یہاں تو کوئی آواز پہنچتی ہے اور کوئی نہیں پہنچتی یہاں بیٹھے رہنے سے کیا فائدہ؟ چنانچہ وہ واپس چلا گیا۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا خدا تعالیٰ نے مجھے تین آدمیوں کی حالت کی خبر دی ہے ایک آیا اور جگہ تلاش کر کے آگے آ پہنچا۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا اس کے اخلاص کی برکت میں مَیں اسے اپنے قُرب میں جگہ دوں گا۔ ایک اور آیا اس نے کہا آگے تو جگہ نہیں لیکن پیچھے ہٹنا بھی ٹھیک نہیں اور وہ وہیں بیٹھ گیا۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا میں نے بھی اس کے گناہوں کی حیا کی۔ تیسرا آیا اور لوٹ گیا۔ خدا نے فرمایا جس طرح وہ اس مجلس سے لوٹ گیا میں نے اس سے منہ پھیر لیا[۴] بظاہر یہ معمولی بات ہے لیکن چونکہ یہ افعال قلب سے پیدا ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے انعامات دل کی حالت پر ہی ہوا کرتے ہیں اس لئے جزاء اور نتیجہ کے لحاظ سے بہت بڑے ہیں کیونکہ اصل دیکھنے والی بات یہ ہوتی ہے کہ دین کے معاملہ میں کس نے سستی کی اور کون آگے بڑھا۔

پس مؤمن کے لئے ضروری ہے کہ دیکھ لے اس کے پیش نظر جو مقصد ہے اس کے لئے اس نے کس حد تک قربانی کی ہے اور اگر وہ جس حد تک کہ ضرورت ہے قربانی کر دے تو پھر وہ خدا تعالیٰ کی نصرت کا مستحق ہو جاتا ہے۔ پھر یہ سوال نہیں رہتا کہ کتنی قربانی کی ہے پھر خواہ وہ قربانی پیسہ کا لاکھواں حصہ ہی کیوں نہ ہو جب وہ اس کی اہمیت یا ضرورت کے مطابق پہنچ جائے تو وہ کامیاب ہو جاتا ہے۔ قربانی ہمیشہ یا تو طاقت کے مطابق ہوتی ہے یا ضرورت کے مطابق یہ ضروری نہیں کہ ہر کام میں طاقت کے مطابق ہی قربانی کی جائے بعض دفعہ اتنی ہی ضرورت ہوتی ہے جتنی کہ شریعت قرار دیتی ہے۔ مثلاً شریعت نے حکم دیا ہے کہ اسلامی حکومت ہو تو سب کو کھانا دینا حکومت کا فرض ہے یہ نہیں کہ سب مالداروں سے روپیہ لے کر سب پر تقسیم کر دیا جائے۔ اس حد تک مہیا کرنے کے لئے جتنا ضرورت ہو لے لیا جائے گا اس سے زیادہ نہیں تو یہ قربانی

ضرورت کے مطابق ہوگی۔ پس قربانیاں یا تو ضرورت کے مطابق ہوتی ہیں یا طاقت کے مطابق۔ بعض اوقات یہ سوال ہوتا ہے کہ جس قدر تم میں ہمت ہے قربانی کردو۔ یا پھر ضرورت کے مطابق مثلاً ایک شخص کو جو مسافر ہے دس روپیہ کی ضرورت ہے اگر کچھ آدمی آنہ ڈیڑھ آنہ دے دیں تو رقم پوری ہو جائے گی۔ یا پھر وہ جسے شریعت نے ضروری کیا ہے جیسے حکومت کے لئے فرض ہے کہ تمام رعایا کے کھانے پینے کا سامان کرے پس جو انسان یا تو اس حد تک قربانی کردے کہ جس حد تک کرنا ضروری ہو اور یا پھر اگر ایسا موقع اور ایسا معاملہ ہو کہ شریعت کہتی ہے جتنی بھی قربانی تم کر سکو کر دو تو اپنی طاقت کے مطابق کر دے تو وہ اپنے مقصد کو پا لیتا ہے۔ خواہ ایسی قربانی کرنے میں آسائش و آرام بھی حاصل ہو۔ پس قربانیوں میں ہمیشہ یہ خیال رکھنا چاہئے کہ بیشک اپنے آرام کا سامان بھی ہو لیکن دین کے معاملہ میں کوشش کو اس حد تک پہنچا دیا جائے جس حد تک ضرورت ہے فلاح اور کامیابی دین کے لئے جلدی کرنے کے نتیجہ میں ہی مل سکتی ہے۔

چونکہ اس موقع پر بہت سے دوست آئے ہیں اس لئے اس خطبہ سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے مَیں انہیں بتانا چاہتا ہوں کہ مؤمن کا اصل کام باتیں بنانا نہیں ہوتا بلکہ اصل کام' کام کرنا ہوتا ہے۔ جو دوست نمائندہ ہو کر یا شمولیت کے لئے آئے ہیں انہیں نہایت سنجیدگی کے ساتھ اس امر پر غور کرنا چاہئے کہ کن ذرائع سے دین کو تقویت حاصل ہو سکتی ہے۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر ہم تندہی کے ساتھ اس کام کو شروع کر دیں تو چونکہ یہ کام اللہ کا ہی ہے اس لئے یقیناً کامیابی ہوگی۔ یہ تو اس کا احسان ہے کہ ہم سے وہ یہ کام لیتا ہے ورنہ کون مان سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارا یا کسی اور کا محتاج ہے یہ تمام چاندی' سونا' زمینیں اور طاقتیں کس نے پیدا کی ہیں؟ اگر وہ چاہتا تو کیا وہ خود ہی دین کا کام کرنے والوں میں انہیں نہیں بانٹ سکتا تھا اس کے خزانہ میں کوئی کمی نہیں۔ اس نے انسان پیدا کئے مگر بچے پیدا کر کے ماں باپ کے حوالے کر دیئے کہ ان پر خرچ کرو اور ایسی تربیت کرو کہ خدا تعالیٰ کے کام آسکیں۔ اسی طرح جو بھی چیزیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیں وہ انسان کے ہاتھ میں دے دی ہیں تا اس کے ایمان کی آزمائش کرے۔ پس اس موقع پر کہ یہ دراصل ہماری آزمائش کا موقع ہے۔ پارلیمنٹوں میں لوگ جا کر خوش ہوتے ہیں کہ ہماری عزت افزائی ہوئی لیکن ہمارے لئے خوشی نہیں بلکہ ڈرنے کا مقام ہے۔ دوسرے لوگ پارلیمنٹ کی ممبری پر پھولے نہیں سماتے کہ ہماری عرت افزائی ہوگی لیکن ہم چونکہ خدا تعالیٰ کے

حضور جوابدہ ہونگے اس لئے ہمارے لئے سخت خطرہ کا مقام ہے۔ ہماری مثال تو ایسی ہے جیسے کہتے ہیں کسی بزرگ کو کسی بادشاہ نے قاضی القضاۃ یعنی چیف جسٹس بنا دیا۔ دوست احباب جمع ہو کر ان کے مکان پر مبارکباد کے لئے گئے لیکن انہوں نے جا کر دیکھا کہ وہ بے تابی کے ساتھ رو رہے ہیں۔ انہوں نے پوچھا کیا بات ہے ہم تو سمجھتے تھے کہ آپ کے گھر بہت خوشیاں ہو رہی ہوں گی لیکن آپ رو رہے ہیں اس کی وجہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا یہ خوشی کا موقع نہیں بلکہ خطرناک ابتلاء ہے۔ میں بیٹھا ہونگا دو شخص فیصلہ کے لئے میرے پاس آئیں گے۔ ایک کہے گا یہ میرا حق ہے اور دوسرا کہے گا میرا ہے اور ان دونوں کو پتہ ہوگا کہ کس کا ہے لیکن میں جس کے سپرد اس کا فیصلہ ہوگا نہیں جانتا ہوں گا۔ وہ دونوں گویا سوجاکھے ہونگے اور میں جس نے فیصلہ کرنا ہے اندھا ہوں گا۔ میں نہ معلوم کتنے حق داروں کے حق چھین کر دوسروں کو دے دوں گا' کتنے مظلوموں کو ظالم قرار دیکر سزا دیدوں گا اور کتنے ظالموں کو چھوڑ دوں گا۔ پس بتاؤ یہ میرے لئے رونے کا مقام ہے یا خوشیاں منانے کا۔

پس ہمارا یہ اجتماع بھی بہت نازک اجتماع ہے اور ہم پر بہت بڑی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ اس لئے دعائیں کرنی چاہئیں کہ خدا تعالیٰ ہمیں ایسا رویہ اختیار کرنے کی توفیق دے جو اس کی رضا کے مطابق ہے۔

اس خطبہ کا آخری حصہ دراصل مجلس مشاورت میں بیان کرنا چاہئے تھا لیکن چونکہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا ہے جمعہ میں ایک ایسی ساعت ہے جب دعا قبول ہو جاتی ہے [۵] اس لئے میں نے جمعہ میں ہی اسے بیان کرنا مناسب سمجھا تا شاید ہماری دعائیں اس گھڑی کو پالیں اور قبول ہو جائیں۔ (الفضل ۵۔ اپریل ۱۹۲۹ء)

---

۱ تذکرہ صفحہ ۷۶۶۔ ایڈیشن چہارم

۲ SIR WALTER RALEIGH : انگریز مدبر اور ادیب۔ نام کا صحیح تلفظ رالی ہے ملکہ الزبتھ اوّل کا مقرب تھا۔ امریکہ میں نو آبادیوں کیلئے مہمات کا آغاز کیا۔ انگلستان کو آلو اور تمباکو سے متعارف کروایا۔ ۱۵۹۵ء میں دریائے اوری نوکو (وینزویلا جنوبی امریکہ) کے منبع کی طرف مہم لے کر گیا۔ جیمز اوّل کی تخت نشینی اس کے زوال کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ نہایت ناکافی شہادت کی بناء پر غداری کے الزام میں سزا دیکر لندن کے

قلعہ ٹاور میں قید کر دیا گیا۔ ۱۶۱۶ء میں رہا کیا گیا اور دریائے اوری نوکو کی طرف دوسرا سفر اختیار کیا۔ واپسی پر غداری کے پہلے الزام میں سزائے موت دے دی گئی۔ اس کی تصانیف میں نظمیں نیز سیاسی اور فلسفیانہ تحریریں شامل ہیں۔
(اُردو جامع انسائیکلوپیڈیا جلد اوّل صفحہ ۷۰۰ مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء)

۳ بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ اُحد

۴ بخاری کتاب العلم باب من قعد حیث ینتهی المجلس ومن رای فرجةفی الحلقة فجلس فیها

۵ بخاری کتاب الجمعة باب الساعة فی یوم الجمعة